# اکائی 4 فورٹ ولیم کالج اور میر امن دہلوی

ساخت


4.1 اغراض و مقاصد

4.2 تمہید

4.3 فورٹ ولیم کالج اور میر امن دہلوی

4.3.1 میر امن دہلوی: عہد، حیات اور فن

4.3.2 فورٹ ولیم کالج اور میر امن دہلوی

4.3.3 فورٹ ولیم کالج سے منسلک میر امن دہلوی کے رفقاء

4.4 آپ نے کیا سیکھا

4.5 اپنا امتحان خود لیجیے

4.6 سوالوں کے جوابات

4.7 فرہنگ

4.8 کتب برائے مطالعہ


## 4.1 اغراض و مقاصد

اس اکائی میں آپ

- میر امن دہلوی کے عہد، حیات اور فن سے متعارف ہوں گے۔
- فورٹ ولیم کالج کے قیام اور مقصد کے بارے میں جانیں گے۔
- فورٹ ولیم کالج اور میر امن دہلوی کی قدر و قیمت کو سمجھیں گے۔
- اردو نثر کے ارتقا میں میر امن اور فورٹ ولیم کالج کی حصہ داری سے واقف ہوں گے۔

## 4.2 تمہید

اٹھارویں صدی کے آخر میں ہندوستان میں تبدیلیاں آنے کی وجہ سے زندگی نئے رنگ اختیار کر رہی تھی۔ مغلیہ سلطنت کمزور پڑ گئی تھی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کاروبار کے بہانے ملک کے حاکموں کو اپنے چنگل میں پھنسانے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ انگریزوں نے کاروباری کمپنی قائم کرنے کے بعد زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی دخل اندازی شروع کیا اور سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے تعلیمی شعبے پر قابض ہونے کی کوشش کی۔ اسی کے ساتھ ہندوستانی علوم میں دلچسپی بھی لینے لگے تھے جس کے نتیجے میں ادبی نثر کی ترقی کا ماحول تیار ہو گیا۔ یہی وقت تھا جب یوروپ کے کچھ عالموں اور ادیبوں کو اردو نے اپنی جانب متوجہ کیا۔ اردو نثر کی تاریخ میں فورٹ ولیم کالج کا

قیام سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ 1798 میں لارڈ ویلزلی گورنر جنرل مقرر ہو کر ہندوستان آئے۔ انھوں نے کمپنی کے کام پر غور وخوص کرنے کے بعد اس کے ملازمین کو ہندوستانی زبان میں اعلیٰ تعلیم دلانے کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے 10 جولائی 1800 کو فورٹ ولیم کالج قائم کیا۔ اردو ادب میں میرامن کی شخصیت مثالی بھی ہے اور منفرد بھی۔ انہوں نے اردو نثر کے ساتھ داستان گوئی کے فن کو بھی ایک نئے انداز میں پیش کیا۔ اپنی مختصر ادبی زندگی میں میرامن کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ اب ہم فورٹ ولیم کالج اور میرامن دہلوی کا تفصیلی مطالعہ کریں گے۔

## 4.3 فورٹ ولیم کالج اور میرامن دہلوی

### 4.3.1 میرامن دہلوی: عہد، حیات اور فن

میرامن دہلوی جن کو ہم میر امان کے نام سے بھی جانتے ہیں دہلی کے رہنے والے تھے۔ شاعری کا بھی شوق تھا اور لطف تخلص رکھتے تھے۔ ان کی زندگی کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں سوائے 'باغ و بہار' کے دیباچے میں انہوں نے اپنی زندگی کے جو احوال بیان کیے ہیں۔ اسی سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ وہ اٹھارویں صدی میں محمد شاہ کے عہد میں پیدا ہوئے تھے۔ بعض محققین کے مطابق ان کی پیدائش 1750 کے آس پاس ہوئی۔ خود میرامن کے مطابق ان کی دس پانچ پشتوں کا قیام دہلی میں رہا ہے۔ ان کے آبا و اجداد ہمایوں کے عہد سے ہی بادشاہوں کے دربار سے وابستہ رہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ سورج مل جاٹ نے جاگیریں ضبط کر لیں اور احمد شاہ درانی کے حملوں میں گھر بار تباہ ہو گئے۔ اس لیے دہلی سے ہجرت کے لیے مجبور ہو گئے اور اہلِ خانہ کے ساتھ 1761 میں عظیم آباد (پٹنہ) چلے گئے۔ کچھ عرصہ تک پٹنہ میں قیام کے بعد تلاشِ روزگار کے سلسلے میں تنہا کلکتہ گئے۔ وہاں نواب دلاور جنگ کے چھوٹے بھائی میر محمد کاظم خاں کے معلم مقرر ہوئے۔ وہاں دو سال ملازمت کرنے کے بعد میر بہادر علی کے توسط سے جان گل کرسٹ تک پہنچے اور فورٹ ولیم کالج میں ملازم ہوئے اور شعبۂ ہندوستانی سے منسلک ہو گئے۔ 14 مئی، 1801 کو 40 روپے ماہوار پر بحیثیت منشی تقرری ہوئی۔ 5 برس تک فورٹ ولیم کالج سے منسلک رہنے کے بعد ایک انگریز طالب علم کو پڑھانے سے انکار کرنے پر چار مہینے کی پیشگی تنخواہ دے کر ملازمت سے برطرف کر دیے گئے۔ کالج سے سبکدوشی کے بعد کی ان کی زندگی کے متعلق کچھ خاص معلومات فراہم نہیں ہیں۔ لیکن یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد زیادہ عرصے تک زندہ نہیں رہے ہوں گے کیونکہ ضعیفی اور جسمانی کمزوری بھی ان کی ملازمت سے سبکدوشی کی وجہ تھی۔ ان کی جائے وفات کا بھی کچھ پتہ نہیں ہے۔

میرامن نے فورٹ ولیم کالج کی ملازمت کے پہلے یا بعد میں تصنیف و تالیف کا کوئی کام نہیں کیا۔ انہوں نے فورٹ ولیم کالج کی پانچ سالہ ملازمت کے دوران دو تصانیف تحریر کیں 'باغ و بہار' اور 'گنج خوبی' جس کے لیے انہیں تنخواہ ملتی تھی۔ دراصل میرامن کا نام باغ و بہار اور فورٹ ولیم کالج کے حوالے سے ہی یاد کیا جاتا ہے۔ باغ و بہار قصہ چہار درویش اور گنج خوبی اخلاق محسنی کا اردو ترجمہ ہے۔

اردو کی شاہکار داستان 'باغ و بہار' ایک ایسی تخلیق ہے جسے میر امن نے ایک فارسی قصے کو نئے رنگ و آہنگ میں پیش کیا۔ ترجمے میں انھوں نے جن دو باتوں کا خیال رکھا وہ تھیں گلکرسٹ کی ہدایت کہ 'ٹھیٹھ ہندوستانی گفتگو میں اسے پیش کیا جائے جو ہندو، مسلمان، عورت، مرد، لڑکے بالے، خاص و عام آپس میں بولتے چالتے ہیں اور ان محاوروں کا استعمال ہو جو عام لوگ بول چال میں استعمال کرتے ہیں'۔ میر امن نے قصہ 'نو طرز مرصع' سے لیا مگر اس میں اپنی تخلیقیت کے رنگ و آہنگ کی آمیزش سے ایسا روپ دیا کہ اس پر ان کے طبع زاد قصہ ہونے کا گمان ہونے لگا۔ باغ و بہار سے پہلے کی تصانیف کو عوام و خاص میں یکساں مقبولیت حاصل نہیں تھی۔ یہ نثر لوگوں کی گفتگو اور روزمرہ سے قریب تھی۔ میر امن کی نثر آسان، سلیس، رواں اور فطری تھی اس لیے لوگوں نے اسے اپنے اظہار کا ذریعہ بنانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ بعد کے دور میں غالب نے بھی ان کی نثر کو بنیاد بنا کر اپنے خطوط کے ذریعے جدید اردو نثر کی بنیاد ڈالی۔ اردو نثر میں پہلی بار میر امن نے مکالموں کو گفتگو کی شکل میں پیش کیا۔ جس کی انھیں خوب داد ملی۔ میر امن کو تمام طبقات کے افراد کی زبان پر مہارت حاصل تھی اس لیے انھوں نے اپنے تمام کرداروں کے لیے ان کی مخصوص زبان کا استعمال بھی کیا ہے۔ ان کے فن میں قصہ گوئی کے تمام ہنر موجود ہیں۔ داستان میں مافوق الفطری عناصر کے ذکر کے باوجود قصہ بہت فطری انداز میں آگے بڑھتا ہے۔ میر امن کا کمال یہ ہے کہ کرداروں اور قصوں پر ان کی یکساں پکڑ ہے۔ میر امن زبان اور تہذیب و ثقافت کو ایک مانتے ہیں۔ باغ و بہار کی زبان کو زندہ نثر کہا گیا ہے۔ اس سلسلے میں سید عبداللہ کا یہ بیان پیش ہے:

''باغ و بہار کی نثر کو زندہ کہنے کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اس کے آئینے میں ہمیں مصنف کی ذات اور اس زمانے کا عکس اتنا صاف صاف دکھائی دیتا ہے اور اس دور کی زندگی اس طرح واضح طور پر دکھلائی دیتی ہے اور اس دور کی زندگی اس طرح واضح طور پر نقش پذیر ہوگئی ہے کہ داستان ہونے کے باوجود اس میں دلی کے در و دیوار اور اس کے اشخاص و افراد کی چلتی پھرتی بلکہ بولتی چالتی تصویریں نظر آنے لگتی ہیں۔ ''باغ و بہار'' کو اس لیے بھی زندہ نثر کی کتاب کہا گیا ہے کہ اس میں باتیں کرنے یا کہنے کا انداز بالکل فطری اور قدرتی ہے۔ اس کی زبان اس زمانے کی عام لوگوں کی زبان ہے اور اس لحاظ سے اجتماعی زندگی کی سچی ترجمان ہے۔"

میر امن نے فارسی اور عربی روایات سے گریز اور ہندوی لہجے کو اپنایا اس طریقۂ کار میں انھوں نے قواعد کا بھی زیادہ خیال نہیں رکھا۔ انھوں نے سنسکرت اور بھاشا کے الفاظ کا بہت خوبصورت استعمال کیا ہے۔ میر امن کے اسلوب اور معاشرت کی مرقع نگاری میں ان کے فن کا کمال دکھتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میر امن نے ایک نیا نثری اسلوب عطا کیا اور تقریری کی زبان کو تحریری کی زبان بنا دیا۔ ان کے پاس عوام و خواص کی بول چال کا جو خزانہ موجود تھا اسے اپنی تحریر کا حصہ بنا دیا۔ ان کا مطالعہ اور مشاہدہ دونوں وسیع تھا شاید اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر کردار کے لحاظ سے زبان کا استعمال کیا ہے۔ ان کے بیان سادہ اور بے تکلف ہوتے ہیں۔ یہی ان کے فن کی خوبی بن گئی۔

## 4.3.2 فورٹ ولیم کالج اور میر امن دہلوی:

جیسا کہ یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ فورٹ ولیم کالج کا قیام یونہی نہیں ہوا تھا بلکہ اس ادارہ کا قیام ایک بڑے مقصد کے حصول کے لیے عمل میں آیا تھا۔ انگریز حکمرانوں نے اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر اس ادارہ کو قائم کیا تاکہ بڑے مقصد کے حصول کو ممکن بنایا جا سکے۔ کیوں کہ لارڈ ولزلی جب گورنر بنا کر ہندوستان بھیجے گئے تب انھوں نے یہاں کے زمینی حقائق کا باریک بینی سے جائزہ لیا۔ اس کے بعد وہ اس

نتیجے پر پہنچے کہ جو نئے ملازمین کمپنی کے مختلف شعبوں میں انگلستان سے آئے ہیں ان کی تربیت کا بہتر نظام ہونا چاہیے کیوں کہ دور دراز ملک سے آکر ہندوستان میں کام کرنے والے فرنگی ملازمین کو دشواریوں کا سامنا کرنا ہوگا۔اس سے قبل ان کی تربیت کی جائے، بغیر تربیت کے وہ بہتر کام انجام نہیں دے سکتے۔اس لیے باقاعدہ ان کی تربیت کا انتظام کیا گیا۔اس تربیتی سلسلے میں لارڈ ولزلی کے نزدیک ملازمین کی تربیت کے دو اہم پہلو تھے۔ان میں سے ایک یہ تھا کہ ملازمین کی علمی قابلیت میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائے دوسرے یہ کہ ان ملازمین کو ہندوستانیوں کے مزاج اور ان کی زندگی کے مختلف شعبوں، ان کی زبان، ان کے عادات واطوار اور ان کے طور طریق سے واقف کرایا جائے۔

گورنر جنرل لارڈ ولزلی نے کالج کے مقاصد کو مفید تر بنانے کے لیے یہ ضروری سمجھا کہ اگر انگریزوں کو یہاں حکومت کرنی ہے تو ضروری ہے کہ کمپنی کے ملازمین کو مقامی زبانیں سیکھنے کا نظم کیا جائے اور یہاں کے ماحول سے آگاہی کے لیے تعلیم وتربیت کا باقاعدگی سے بہتر اور مناسب انتظام کیا جائے۔واضح رہے کہ یہ وہ تجاویز تھیں جو گورنر لارڈ ولزلی نے انگریزوں کے اعلیٰ حکام کو دیے تھے جس کی بنا پر کالج کے قیام کے لیے حکام آمادہ ہوئے اور جان گلکرسٹ کو جو کہ ہندوستانی زبان پر دسترس رکھتے تھے۔کمپنی کے ملازمین کو روزانہ درس وتدریس کے لیے تیار کیا گیا۔لارڈ ولزلی چاہتے تھے کہ ان کی کوششوں کے نتائج زیادہ متاثر کن اور سرعت پذیر ہوں تو اس کے لیے انھوں نے یہ حکم جاری کیا کہ آئندہ کسی بھی سال انگریز ملازم کو اس وقت تک بنگال، اڑیسہ اور بنارس میں کسی اہم عہدوں پر فائز نہیں کیا جائے گا جب تک وہ تمام ہی قوانین وضوابط کا پاس نہ رکھیں گے اور وہ مقامی زبان کا امتحان پاس نہ کرلیں گے۔

مندرجہ بالا سطور سے فورٹ ولیم کالج کے مقاصد واضح ہوگئے ۔ باوجود اس کے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ولزلی ملازمین کو اردو سکھانے پر اس قدر مصر کیوں تھے۔دراصل اردو زبان اس وقت ہندوستان گیر حیثیت حاصل کرچکی تھی۔جس کا شدید احساس جان گلکرسٹ اور ولزلی دونوں کو تھا۔اس لیے وہ ہندوستان میں برطانوی مفاد کو مضبوط اور انگریزی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے چاہتے تھے کہ ملازمین کے لیے ہندوستان کی مقبول عام زبان اردو کا نہ صرف جاننا بلکہ باضابطہ طور پر سیکھنا ضروری ہے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے 'خطبات عبدالحق' میں کالج کے مقاصد پر اپنے ایک خطبے میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

''ان کے خیال میں انگلستان سے ہندوستان آنے والے انگریز جو کمپنی کی ملازمت چاہتے تھے عموماً نااہل اور ناکارہ ہوجاتے تھے اس لیے کہ ان کی مذہبی اور اخلاقی تربیت کا کوئی انتظام نہیں تھا۔دوسری بات یہ تھی کہ ملازمین کمپنی کو مختلف السنہ و مذاہب اور اطوار و عادات کے لاکھوں آدمیوں کے عدالتی معاملات کو فیصل کرنے اضلاع کی مال گزاری کا انتظام کرنا اور ان کے جھگڑے چکانے پڑتے تھے۔عدالتوں میں وکالت اور تمام ضروری کاروائی دیسی زبان کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ قانون انگریزی نہیں بلکہ یہاں کا قدیم قانون رائج تھا۔اس لیے مجسٹریٹوں کے فرائض بہت پیچیدہ اور اہم ہوگئے تھے۔معمولی فرائض کے علاوہ ججوں اور مجسٹریٹوں کو وقتاً فوقتاً گورنر بہ اجلاس کونسل کے سامنے موجودہ قوانین کے متعلق معلومات وغیرہ پیش کرنی ہوتی تھیں۔جس کے لیے انھیں اہل ملک کی خواہشات اور ضروریات کا جاننا ضروری تھا۔دوسری بڑی چیز تجارت تھی جو ایسٹ انڈیا کمپنی کا اصل منشا تھا۔تجارت کے فروغ کے لیے ضروری تھا کہ تاجر ملک کی زبان اور حالات سے واقف ہوں اور جہاں

تجارت کے ساتھ حکومت کا سایہ بھی ہو تو ملک کی زبان، اہل ملک کے عادات اور رسم و رواج اور ان کے آئین و قوانین کا جاننا لازم ہو جاتا ہے۔''

فورٹ ولیم کالج کو اس لیے فورٹ ولیم کالج کہنے کی وجہ ہے کہ یہ ایک قلعے میں قائم ہوا تھا جس کا نام ہی فورٹ ولیم تھا۔ اس کے قیام کے بعد لارڈ ولزلی نے خوب دلچسپی لی اور بہت سے شعبے قائم کیے اور کوشش یہ کی کہ لائق اور قابل اساتذہ کی بحالی ہو اور پرنسپل کی حیثیت سے سب سے پہلے ڈیوڈ براؤن مقرر ہوئے اور ہندوستانی زبان کے صدر شعبہ کی حیثیت سے ڈاکٹر جان گلکرسٹ منتخب ہوئے۔ یہ بات ذہن نشیں رہے کہ ہندوستانی زبان سے اس وقت اردو زبان مراد لی جاتی تھی۔ جان گلکرسٹ ایک ذہین اور قابل انسان ہونے کے ساتھ محنتی بھی بہت تھے۔ انھوں نے بڑی محنت سے اردو زبان سیکھی تھی اور انھوں نے خود بھی تصنیفی اور تالیفی خدمات انجام دیں۔ کالج کے قیام کے بعد جب یہ محسوس ہوا کہ اردو زبان میں کتابیں اس لائق نہیں ہیں جو ان کی تربیت کے پیش نظر مناسب ہوں تب انھوں نے کالج میں مختلف شعبہ جات کے ساتھ ایک شعبہ تصنیف و تالیف اور ترجمہ کا بھی قائم کیا تاکہ یہاں سے ایسی معیاری، عام فہم، سلیس اور مفید کتابیں تصنیف ہوں جو سب کے لیے کارگر ہوں۔ ایسے آسان ترجمے ہوں جو لوگوں کے لیے مفید ہوں اس تعلق سے رام بابو سکسینہ نے اپنی کتاب ''تاریخ ادب اردو'' میں بہت واضح الفاظ میں مفصل طور پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''انگریزوں نے ہندوستان میں اپنے تجارتی تعلقات کے سلسلے میں بڑے بڑے قطعات ملک حاصل کر لیے تھے۔ جن کے عمدہ انتظام کے واسطے ضروری تھا کہ ان کے اعلیٰ عمال اس ملک کی زبان سے جس کا انتظام عاملانہ خواہ تاجرانہ ان کے سپرد تھا اچھی طرح واقف ہو جائیں تجارتی تعلقات یوماً فیوماً کم ہوتے جاتے تھے۔ مگر انتظامی معاملات بڑھتے جاتے تھے۔ مترجم جن کے ذریعہ سے اہل ملک کی زبان اور خیالات کو یورپی عمال یا تجار سمجھ سکتے تھے اب بیکار ہو گئے تھے کیوں کہ یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ کوئی قوم تاوقت کہ مفتوح قوم کے زبان اور رسوم و رواج اور روایات تاریخی و مذہبی سے کماحقہ بلاواسطہ واقف نہ ہوگی اس پر پورے طور سے حکومت نہیں کر سکتی اور ان سب باتوں کے لیے یہ ضروری تھا کہ حاکم اپنے محکوموں کی زبان سیکھیں، لہٰذا کورٹ آف ڈائریکٹرز نے یہ دیکھ کر کہ ان کے عمال ہندوستان میں اپنے فرائض منصبی محض دیسی زبانوں کے نہ جاننے کی وجہ سے بہت بری طرح سے ادھورے طریق پر ادا کرتے ہیں۔ یہ تاکیدی حکم دے دیا کہ آئندہ سے ان کے حکام مقامی اپنے عمال کے واسطے دیسی زبانوں سے کماحقہ واقفیت کو ضروری قرار دیں۔ اسی کے ساتھ چوں کہ بڑے بڑے قطعات ملک انگریزی عملداری میں داخل ہوتے جاتے تھے۔ لہٰذا پارلیمنٹ انگلستان کو اب یہ محسوس ہونے لگا کہ رعایا کی فلاح و بہبود اور تعلیم و ترقی کی ذمہ داری بھی ہمیں پر عاید ہوتی ہے۔ چنانچہ اب اس کی کوشش ہونے لگی کہ جو رکاوٹ خانہ جنگیوں اور ملکی لڑائیوں کی وجہ سے لوگوں کے تعلیم میں پڑ گئی تھی۔ جس کی وجہ سے تعلیم کو بہت سخت صدمہ پہنچ رہا تھا۔ اب دور ہو جائے۔ اسی اصول پر تعلیم انگریزی کی اشاعت شروع ہوئی جس سے خیالات اور زبان دونوں میں انقلاب عظیم پیدا ہونا شروع ہوا۔ جس کا اثر کہیں نظم پر بڑا اور کہیں نثر پر مختصر یہ کہ تعلیم انگریزی نے ہندوستان کے واسطے وہی کیا جو اب سے پانچ چھ سو برس پیشتر نشاۃ ثانیہ نے یورپ کے واسطے کیا تھا۔ یہ قاعدہ ہے کہ ہر تغیر اور انقلاب کے ساتھ اچھائیوں کے ساتھ ساتھ برائیاں بھی ضرور آجاتی ہیں مگر اس صورت میں اچھائیوں کا پلّہ بھاری رہا۔ یعنی اس تعلیمی تغیر سے دیسی زبانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔''

نوطرز مرصع جو فارسی قصہ چہار درویش کا ترجمہ ہے جسے میر عطا حسین نے اردو کا جامہ پہنایا تھا۔مگر ان کے ترجمے کی خامی یہ تھی کہ انھوں نے مقفّٰی اور مسجع عبارت کے ساتھ بے حد سخت الفاظ سے کتاب کو بوجھل کر دیا تھا۔ جملے فارسی اور عربی سے پُر تھے۔ الفاظ اور تراکیب کا بوجھل پن، تشبیہات واستعارات، تکلف وتصنع سے بھرپور اسلوب نے پڑھے لکھے طبقے کے لیے محدود بنا دیا تھا۔اس سے استفادہ ہر خاص وعام کے بس کا نہیں تھا کہ وہ اس کتاب کو بہ آسانی سمجھ سکے۔مگر میر امن دہلوی جو کہ فورٹ ولیم کالج کے پروردہ مصنفین میں ایک اہم مقام رکھتے تھے۔انھوں نے میر عطا حسین تحسین کی نوطرز مرصع کو دلی کی ٹھیٹ زبان میں منتقل کیا۔ باغ و بہار میں زبان کی سادگی روز مرہ اور محاوروں کی چاشنی ہندوستانی تہذیب وثقافت کی عکاسی ، روانی وسلاست وجذبات نگاری موجود ہےاس کے علاوہ اس میں فن قصہ گوئی سے آگاہی جھلکتی ہے میر امن کی اردو نثر آج بھی زندہ ہےاور زندہ زبان کا بہترین نمونہ بھی ہے۔

کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کا قیام انگریزوں کو ہندوستانی زبانیں سکھانے کے لیے کیا گیا تھا۔انگریزوں کے ہندوستانی زبان سکھانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ یہاں کے لوگوں کے ساتھ ان کی زبان میں رابطہ قائم کرسکیں تا کہ عوام کے ساتھ جڑ سکیں اور وہ اپنے مقصد میں آسانی سے کامیاب ہوسکیں۔اس کالج میں ہندوستانی زبانوں کے ماہرین کو ملازم صرف اس لیے رکھا گیا تا کہ وہ انگریزوں کے لیے ہندوستان کی مقبول ومشہور کتابوں کو آسان ہندوستانی زبان میں اتنے سہل، سلیس اور دلچسپ پیرائے میں لکھ دیں کہ وہ کتابیں انگریزوں کے لیے نہ صرف یہ کہ زبان سیکھنے کا مؤثر ذریعہ بنیں بلکہ ان کے حوالے سے انگریز یہاں کی تہذیب ومعاشرت سے بھی اچھی طرح واقف ہوجائیں۔ایسا انگریزوں نے اس لیے کیا کہ ان کی تجارت کا دائرہ تو بڑھ ہی رہا تھا ان کے دلوں میں چھپی حکومت کی خواہش بھی پروان چڑھ رہی تھی۔اس کے لیے ضروری تھا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں سے رابطہ ہو اور رابطہ قائم کرنے کے لیے یہ سب سے مناسب طریقہ تھا۔ ہندوستانی زبانوں کا شعبہ کھولا تو گیا انگریزوں کے پیر کو ہندوستان میں مضبوطی سے جمانے کے لیے مگر اس سے ہندوستانی زبانوں کو بھی فائدہ پہنچ گیا۔خصوصاً اردو زبان کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچا۔ بہت سی ایسی کتابیں اس کالج میں لکھی گئیں یا ترجمہ کرائی گئیں جو اردو نثر کے ارتقا میں سنگ میل ثابت ہوئیں۔انھیں میں سے میر امّن کی ''باغ و بہار'' بھی ایک ہے۔میر امن نے اپنے دیباچے میں انگریزوں کے اس مقصد کی طرف لکھا بھی ہے:

''صاحبانِ ذی شان کو شوق ہوا کہ اردو زبان سے واقف ہو کر ہندوستانیوں سے گفت وشنید کریں اور ملکی کام کو بہ آگاہی تمام انجام دیں۔اس واسطے کتنی ہی کتابیں اسی سال بموجب فرمائش کے ہوئیں۔...... جان گلکرسٹ صاحب نے کہ ہمیشہ اقبال ان کا زیادہ بلند رہے جب تلک گنگا جمنا ہے، لطف سے فرمایا کہ اس قصے کو ٹھیٹھ ہندوستانی گفتگو میں جو اردو کے لوگ ہندو مسلمان، عورت، مرد، لڑکے بالے، خاص وعام آپس میں بولتے چالتے ہیں۔ترجمہ کرو، موافق حکم حضور کے میں نے اسی محاورے میں لکھنا شروع کیا جیسے کوئی باتیں کرتا ہے۔''

درج بالا اقتباس سے واضح ہے کہ میر امن نے ترجمے میں سادہ اور آسان زبان کا استعمال کیا تا کہ قصے کو عوام و خواص سبھی سمجھیں اور لطف اندوز ہوں۔

## 4.3.3 فورٹ ولیم کالج سے منسلک میر امن دہلوی کے رفقاء:

میر امن دہلوی کے علاوہ شیر علی افسوس، میر بہادر علی حسینی، سید حیدر بخش حیدری، للو لال جی، نہال چند لاہوری وغیرہ بھی فورٹ ولیم کالج سے منسلک تھے۔ شیر علی افسوس کی مشہور کتابیں باغ اردو اور آرائش محفل جو ترجمہ تھیں مشہور ہیں۔ اسی طرح میر بہادر علی حسینی منشی نے بھی چار کتابیں لکھی تھیں ان میں نثر بے نظیر، اخلاق ہندی، تاریخ آسام اور ہندوستانی زبان کے قواعد کی تلخیص وغیرہ اہم ہیں۔ بہادر علی حسینی سادہ زبان میں لکھنے کے عادی تھے۔ جب کہ ان کے جملے طویل ہوتے تھے۔ روزمرہ کے محاورے اور عام بول چال کی زبان لکھنا ان کا خاصہ تھا۔ سید حیدر بخش حیدری کا تعلق بھی فورٹ ولیم کالج سے ہی تھا۔ انھوں نے طوطا کہانی، قصہ مہر و ماہ، لیلیٰ مجنوں، آرائش محفل، تاریخ نادری اور گل مغفرت جیسی بلند پایہ کتابیں تحریر کیں۔ مرزا کاظم علی جوان جو کہ دہلی کے رہنے والے تھے مگر لکھنؤ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ 1815 میں جو مشاعرے فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں ہوئے تھے اس میں یہ موجود پائے جاتے ہیں۔ ان سے منسوب کتابیں یہ ہیں (1) کالی داس کی مشہور کتاب شکنتلا ناٹک کا اردو ترجمہ جس کے دیباچہ میں بطور تمہید کے وہ لکھتے ہیں کہ ''کالی داس کی اصل کتاب کا ترجمہ برج بھاشا میں 1716 میں ایک شاعر نواز کبیشر نامی نے مولے خاں پسر خدا سی خاں سپہ سالار شہنشاہ فرخ سیر کے حکم سے کیا تھا اور ڈاکٹر گلکرسٹ کی فرمائش سے یہ ترجمہ برج بھاشا سے بزبان اردو 1801 میں کیا گیا اور اس پر نظر ثانی للو لال جی نے کی اور کلکتہ میں 1802 میں طبع ہوا۔ (2) قرآن شریف کا ایک اردو ترجمہ حسب فرمائش گلکرسٹ صاحب کی (3) ترجمہ تاریخ فرشتہ متعلقہ خاندان بہمنی (4) سنگھاسن بتیسی جس کی تصنیف میں للو لال جی بھی شریک تھے (5) بارہ ماسہ جس میں ہندوستان کی مختلف فصلوں، موسموں، ہندوؤں اور مسلمانوں کے تہواروں کا ذکر مثنوی کے پیرائے میں کیا۔ نہال چند لاہوری دہلی میں پیدا ہوئے تھے مگر وہ لاہور میں زیادہ رہے اس وجہ سے لاہوری کے نام سے مشہور ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب ''مذہب عشق'' کے دیباچہ میں خود لکھا ہے کہ ''کپتان ولورٹ نے ڈاکٹر گلکرسٹ سے ان کا تعارف کرایا جن کی فرمائش سے انھوں نے قصہ تاج الملوک اور بکاولی کا ترجمہ فارسی سے اردو میں کیا''۔ لاہوری کی مشہور کتاب مذہب عشق جو کہ تاریخی نام ہے اصل میں ''گل بکاولی'' کے قصے کو فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا تھا اور اسی کا نام مذہب عشق رکھا، اس تعلق سے پروفیسر گوپی چند نارنگ نے لکھا ہے کہ ''دراصل یہ ایک مخلوط قصہ ہے جس کی تشکیل قصے، کہانیوں کی ملی جلی ہند ایرانی روایتوں سے ہوئی ہے۔ ہندو مسلمان کے اختلاط سے ہندوستان کی لوک کتھاؤں، قصوں یا داستانوں پر جو اثرات پڑے یہ قصہ ان کی دلچسپ مثال ہے''۔ اسی قصّہ کا ایک دوسرا اردو ترجمہ جو کہ منظوم ہے ریحان نامی شخص نے 1212 ہجری میں کیا۔ جس میں چالیس باب ہیں جو گلگشت کے نام سے موسوم ہے۔ نیز ایک اردو مثنوی موسوم بہ تحفۃ المجالس اسی قصہ کی بہت قدیم موجود ہے۔ یہ تاریخی نام ہے جس سے 1053 ہجری نکلتے ہیں اور اس سے بھی ایک قدیم نسخہ کا پتہ چلتا ہے جو دکنی میں ہے جس کا سن تصنیف 1039 ہجری ہے۔ مگر ان سب سے زیادہ مشہور مثنوی گلزار نسیم ہے جو 1254 ہجری میں تصنیف کی گئی ہے۔ مظہر علی خاں ولا جن کا اصل نام مرزا لطف علی تھا۔ ان کا تخلص ولا تھا۔ یہ سلیمان علی خان کے بیٹے تھے اور دہلی کے رہنے والے تھے۔ یہ کلکتہ کالج میں منشی کے عہدے پر فائز تھے۔ انھوں نے بھی کئی اہم کتابوں کے ترجمے کیے ہیں۔ مثلاً (1) پند نامہ سعدی کا اردو ترجمہ جو کہ منظوم ہے۔ (2) ناصر علی خان بلگرامی واسطی کی ہفت گلشن کا ترجمہ بھی کیا جو اخلاق اور مواعظہ حسنہ کی کتاب ہے۔ اس کتاب میں

اخلاقی حکایتیں، آداب، بزرگوں کی گفتگو، اطاعت وفرماں برداری اور چند احادیث نبوی واقوال حضرت علیؓ درج ہیں۔(3) قصہ مادھونل کام کنڈلا جو موتی رام کی برج بھاشا کا اردو ترجمہ ہے۔(4) بیتال پچیسی بھاشا کا اردو ترجمہ جو کہ للولال جی کی شرکت میں کیا گیا۔(5) فارسی تاریخ شیر شاہی کا ترجمہ جو بعد میں انگریزی میں بھی ہوا۔ (6) ایک دیوان ریختہ جس میں غزلیات، قصائد، رباعیات وغیرہ ہیں اور مصنف کی سوانح بھی اس میں شامل ہے۔ حفیظ الدین احمد نے خرد افروز کے نام سے 1803 میں ابوالفضل کی عیار دانش کا اردو ترجمہ کیا جب کہ عیار دانش خود ملاحسین واعظ کاشفی کی انوار سہیلی کی تلخیص اور انوار سہیلی کلیلہ ودمنہ جو سنسکرت سے ماخوذ ہے۔اس کے بعد اس کے اور بھی ترجمے ہوئے۔ مولوی شیخ اکرام علی فورٹ ولیم کالج میں 1814 میں محافظ دفتر مقرر ہوئے تھے۔انھوں نے عربی کی مشہور ومعروف اخلاقی کتاب ''اخوان الصفا'' کا اردو ترجمہ کیا۔انھوں نے اس کتاب کے اس حصے کا صرف اردو میں ترجمہ کیا ہے جس میں حیوانات اور انسان کی برتری کا سوال شاہِ جن کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔للولال جی گجراتی برہمن تھے، مگر شمالی ہند میں سکونت اختیار کرلی تھی۔اردو کے ماہر تصور کیے جاتے ہیں انھوں نے 1810 میں ایک کتاب ہندی زبان میں لطیف حکایات کی تصنیف کی جو ''لطائف ہندی'' کے نام سے معروف ہے۔ان کے تعلق سے یہ مشہور ہے کہ انھوں نے شکنتلا ناٹک، سنگھاسن بتیسی، بیتال پچیسی اور قصہ مادھونل کی تصنیف میں اصل مصنفین کی بہت مدد کی تھی۔ بنی نارائن ''دیوان جہاں'' کے مصنف ہیں جو ہندوستانی شعرا کا تذکرہ بھی ہے اسے 1800 میں فورٹ ولیم کالج کے کپتان صاحب کے فرمائش پر لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک فارسی قصہ کا ترجمہ ''چار گلشن'' کے نام سے بھی کیا۔مرزا علی لطف جو کہ کاظم بیگ خاں کے بیٹے تھے۔ 1154 ہجری میں نادر شاہ کی ہمراہی میں دہلی آگئے تھے اور بعد میں ابوالمنصور خان صفدر جنگ کی وساطت سے دربار شاہی دہلی میں داخل ہوگئے تھے۔لطف کا کمال یہ ہے کہ وہ اردو کے علاوہ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے۔وہ خود کہتے ہیں کہ دکن حیدر آباد کے سفر کے ارادے سے نکلے تھے کہ ڈاکٹر گلکرسٹ نے ان کو روک لیا اور ان کا مشہور تذکرہ ''گلشن ہند'' ان سے لکھوایا۔اس قصہ کا ذکر انھوں نے اپنے تذکرہ کے دیباچہ میں کیا ہے۔ اس نایاب تذکرہ کو مولوی عبدالحق نے مقدمہ کے ساتھ انجمن ترقی اردو کے اہتمام سے شائع بھی کیا ہے۔مولوی امانت اللہ کا تخلص شیدا تھا انھوں نے ''اخلاق جلالی'' کا ترجمہ' جامع الاخلاق' کے نام سے 1805 میں کپتان جیمس مونٹ کے حکم سے کیا۔انھوں نے ''ہدایت الاسلام'' عربی اور اردو دنوں زبانوں میں تحریر کیا دراصل یہ 1804 میں تحریر کی گئی تھی جس کا ترجمہ خود گلکرسٹ نے انگریزی میں کیا۔اس کے بعد مولوی صاحب نے 1810 میں ایک منظوم صرف ونحو اردو تصنیف کی جو ''صرف اردو'' کے نام سے موسوم ہے۔

مذکورہ بالا کے علاوہ اس عہد کے بعض دیگر منشی ونثار بھی تھے جو اپنی خدمات اردو کے فروغ میں دے رہے تھے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔سید جعفر علی رواں لکھنوی، افتخار الدین شہرت، عبدالکریم خان کریم دہلوی، مرزا ہاشم علی عیاں، مرزا قاسم علی ممتاز، میر عبداللہ مسکین، مرزا جان طپش، مولوی خلیل علی خان اشک۔اشک نے 1809 میں اکبر نامہ کا ترجمہ ''واقعات اکبر'' کے نام سے کیا مگر وہ شائع نہیں ہوسکا۔طپش کا کلیات فورٹ ولیم کالج کی طرف سے شائع ہوا تھا۔فورٹ ولیم کالج اور ان سے وابستہ افراد کی اردو کے تعلق سے جو خدمات ہیں انھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔فورٹ ولیم کالج کی سیاسی وجوہات سے الگ ہوکر اگر ہم یہ دیکھیں کہ کالج کی مساعیٔ جمیلہ کی وجہ سے اردو میں سادگی، سلاست اور روانی کا رواج عام ہوا اور اسی تحریک کی وجہ سے اردو کا دامن وسیع بھی ہوا۔جس کا

سہرا سراسر ڈاکٹر گلکرسٹ کے سر جاتا ہے، جنہوں نے نہ صرف کئی کتابیں تصنیف کیں بلکہ کالج کے ملازمین کو بھی اپنے ساتھ شریکِ تصنیف کیا۔ ساتھ ہی اپنی نگرانی میں متعدد کتابیں بھی تصنیف کرائیں جو کہ بے حد اہم ہیں۔ وہ اپنے عہد کے روحِ رواں تھے جو کالج کی ترقی کے ساتھ اردو کی اشاعت کے لیے کمر بستہ تھے۔

## 4.4 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں

- آپ نے میر امن دہلوی کے عہد، حیات اور فن کی جانکاری حاصل کی۔
- آپ فورٹ ولیم کالج کے قیام کے مقاصد سے واقف ہوئے۔
- آپ نے اردو ادب میں فورٹ ولیم کالج اور میر امن دہلوی کی قدر و قیمت کو سمجھا۔
- آپ اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں فورٹ ولیم کالج اور میر امن دہلوی کی حصہ داری سے واقف ہوئے۔

## 4.5 اپنا امتحان خود لیجیے

1 - میر امن کا پورا نام کیا تھا؟

-2 میر امن کلکتہ کس مقصد سے گئے اور انھیں گلکرسٹ سے کس نے ملوایا؟

-3 میر امن کی دوسری اہم کتاب کا نام بتایئے۔

-4 فورٹ ولیم کالج کب قائم کیا گیا؟

-5 فورٹ ولیم کالج کے دو اہم مصنفین کے نام بتایئے۔

-6 فورٹ ولیم کالج میں ہندوستانی زبان کے شعبہ کا صدر کس کو منتخب کیا گیا تھا؟

## 4.6 سوالوں کے جوابات

-1 میر امن کا پورا نام میر امان تھا۔

-2 میر امن تلاش روزگار کے سلسلے میں کلکتہ گئے، وہاں میر منشی بہادر علی نے ان کو ڈاکٹر جان گلکرسٹ سے ملوایا اور گلکرسٹ نے انھیں فورٹ ولیم میں منشی رکھ لیا۔

-3 میر امن کی دوسری کتاب کا نام ''گنجِ خوبی'' ہے۔

-4 فورٹ ولیم کالج 10 جولائی 1800 کو قائم ہوا۔

-5 فورٹ ولیم کالج میں مصنف کی حیثیت سے میر امن دہلوی اور شیر علی افسوس کے نام اہم ہیں۔

-6 فورٹ ولیم کالج میں ہندوستانی زبان کے شعبہ کے صدر کی حیثیت سے ڈاکٹر جان گلکرسٹ کو منتخب کیا گیا۔

## 4.7 فرہنگ

| | |
|---|---|
| داستان | فرضی اور مثالی قصے کہانی |
| رواں زبان | بغیر رکاوٹ والی زبان |
| مافوق الفطری عناصر | وہ عناصر جو عقل سے پرے ہوں |
| فرنگی | یورپ کا باشندہ |
| مصلحت | صلاح، مشورہ |
| سنگ میل | راہ کا پتھر |
| اطوار | طور کی جمع، چال چلن |
| فروغ | شہرت، سبقت |
| شدید | طاقت ور، سخت |
| عادات | عادت کی جمع لت، ہوگا |
| منشا | ارادہ، اشارہ، مرضی، سبب |
| منصوبہ | ارادہ، پلان، تجویز |
| طبقہ | درجہ، منزل، انسانوں یا حیوانوں کا چھوٹا گروہ |
| تصنیف | جدا کرنا، جمع کرنا، لکھی ہوئی کتاب، لکھا ہوا مضمون |
| تمہید | کسی بات کی ابتدا کسی تقریب کا آغاز |
| دیباچہ | افتتاحیہ، کسی چیز کا ابتدائی حصہ |

## 4.8 کتب برائے مطالعہ

| | | |
|---|---|---|
| بنگال میں اردو نثر کی تاریخ | سالک لکھنوی | مغربی بنگال اردو اکاڈمی 1998 |
| داستان سے ناول تک | ڈاکٹر ابن کنول | اسٹار آفسیٹ پریس 2001 |
| باغ و بہار کا اسلوبیاتی مطالعہ | ڈاکٹر شعیب رضا خان وارثی | نیو پرنٹ سنٹر، نئی دہلی 2013 |
| تاریخ ادب اردو | رام بابو سکسینہ | ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی 2010 |
| فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات | عبیدہ بیگم | نصرت پبلشرز، لکھنؤ 1983 |
| خطبات عبدالحق (دوم) | مولوی عبدالحق | انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی 1944 |